

کیڑے مکوڑے

حضور احمد حضور بنیادی طور پر زراعت کے شعبہ سے مسلک ہیں۔ ایگر یکچھ یونیورسٹی، فیصل آباد سے تعلیم کامل کرنے کے بعد، زراعت ڈیپارٹمنٹ میں پوری زندگی گزار دالی۔ اس وقت کیا عمر ہو گی تقریباً پچھتر برس۔ آج بھی یہ شخص، پیرانہ سالی میں اپنے آپ کو کافی مصروف رکھتا ہے۔ ورلڈ بینک کے لئے روپرٹیں لکھنا، مختلف زرعی منصوبوں میں معاونت کرنا، سب کچھ زندگی کا حصہ ہے۔ حضور احمد حضور جب میرے ساتھ ایک ضلع میں کام کر رہے تھے تو میرا ان کا تعلق واجبی ساتھا۔ سرکاری اور بے جان سما۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی کبھی ملاقات نہ ہو پائی۔ چند ماہ پہلے سے رابطہ شروع ہوا اور وہ بھی عجیب طرح سے۔ حضور احمد نے میرے کالموں پر بے لگ تبصرہ کرنا شروع کر دیا۔ مگر اس میں بھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کالم کے حوالے سے ان گنت لوگ اپنے اپنے مزاج کے مطابق ہر قسم، یعنی منفی یا مثبت بات کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن حضور احمد حضور میرے پاس گھر آئے تو انہوں نے حد درجہ محیر العقول باتیں کیں۔ یہ ذہانت اور نئے تجربات پر منی گفتگو تھی۔ حضور احمد کی اہلیہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ وہ اکیلے اپنے گھر میں رہتے ہیں۔ اس تہائی نے، اس شخص کو سائنسی حوالے سے وہ کچھ سوچنے اور تجربے کرنے کا موقعہ فراہم کیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حشرات الارض، جانور اور پرندے جن کے رویوں پر ہم بالکل غور نہیں کرتے، وہ تمام حضور احمد کے فکری ریڈار پر موجود ہیں۔ ایک دفعہ تو ایسے بھی ہوا کہ کہنے لگا کہ شاید آپ مجھے پاگل سمجھتے ہوں۔ مگر یہ سب کچھ میری تحقیق کا حصہ ہے۔ اور میں نے اپنا تجزیہ یہ سائنس کے اصولوں کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔

خیر بات کا لب لباب عرض کرنا مقصود ہے۔ حضور احمد کہنے لگا آپ یہ کا لے رنگ کے مکوڑوں کے متعلق کیا جانتے ہیں۔ گزارش کی کہ کچھ بھی نہیں۔ صرف اتنا کرتا ہوں کہ اگر پیدل چل رہا ہوں اور کا لے رنگ کے کیڑے زمین پر نظر آئیں، تو ان پر پیر بالکل نہیں رکھتا۔ حضور احمد نے میرے جواب کے بعد کہا۔ کہ یہ کا لے مکوڑے حد درجہ ذہین ہوتے ہیں۔ ان کی اپنی زبان ہے۔ ان کے مخصوص رویے ہیں۔ یہ زندہ رہنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان میں مکمل نظم و ضبط موجود ہے۔ دوست دشمن کی پہچان بھی حد درجہ قائم ہے۔ یہ دوست بن جاتے ہیں۔ اور کبھی کسی کو نگ نہیں کرتے۔ میرے لئے یہ تمام معلومات ہی معلومات تھی۔ حضور احمد کہنے لگا کہ اس کے کمرے میں ایک بل ہے جس میں یہ مکوڑے رہتے ہیں۔ روزانہ بل کے باہر ان کے کھانے پینے کے لئے چند غذائی اشیاء ڈال دیتا ہے۔ شروع شروع میں مل سے باہر کوئی نہیں نکلتا۔ پھر ایک مکوڑا باہر آ کر ماحول کا پورا جائزہ لیتا ہے۔ جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تو بل میں دوبارہ گھس کر دیگر کیڑوں کو اطلاع کرتا ہے۔ اس کے بعد درجنوں مکوڑے باہر نکل کر لائیں بناتے ہیں۔ اور کھانے میں کی اشیاء کو محفوظ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ انہائی احتیاط سے انہیں بل میں لے کر چلے جاتے ہیں۔ معاملہ یہاں تک نہیں رکتا۔ پھر انہیں مکوڑوں میں سے چند تحقیق کرتے ہیں کہ یہ غذا کون دے رہا ہے۔ یہاں سے حضور احمد کا ذاتی کردار شروع ہوتا ہے۔ مکوڑوں کو جب یقین ہوتا ہے کہ یہ غذا حضور احمد دے رہا ہے اور یہ اناکا دشمن نہیں ہے۔ تو پھر اس کے دوست بن جاتے ہیں۔ اسے بالکل نہیں کاٹتے۔ حضور احمد نے تو مجھے یہاں تک بتایا کہ مکوڑوں کی ایک ٹیم دن رات اسے غور سے دیکھتی رہتی ہے۔ اگر وہ کسی بھی وجہ سے بے چین ہوئیا بستر پر کروٹیں بدل رہا ہوں۔ تو یہ مکوڑے بھی بے چین ہو کر لائیں میں گھومنا شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں کیسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بزرگ دوست، بے سکونی میں ہے، اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ مکوڑے اپنے دماغ کے حوالے سے سوچتے ہیں۔ معاملات کو سمجھتے ہیں اور پھر ان مسائل کو اپنی عقل کے حساب سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مجھے یہ تمام باتیں اجنبی سی لگیں۔ ایسے لگا کہ ان میں مبالغہ شامل ہے۔ مگر جب تصدیق کی۔ یہ تمام خفائق بالکل درست تھے۔ حیران ہو چکا ہوں کہ کیڑے مکوڑے تک انسانی رویوں کو سمجھتے ہیں۔ اب دوسری بات سنیے، بلکہ غور سے سمجھئے۔ حضور کہتا ہے کہ اس کے گھر میں بھڑوں کا ایک چھتہ ہے۔ اس میں ان گنت پیلے رنگ کی بھڑیں موجود ہیں۔ حضور احمد کی تحقیق کے مطابق ان کا انسانوں سے رویہ بھی قابل توجہ ہے۔ اس کے بقول اگر آپ انہیں غصہ نہ دلائیں، چھڑ چھاڑ نہ کریں تو ان کا رویہ انہائی دوستانہ ہو جاتا ہے۔ بھڑوں کے چند گروہ، صرف اور صرف ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ اگر انہیں خطرے کا اندازہ ہو جائے تو یہ فوراً چھتے میں واپس چلے جاتے ہیں۔ اور پھر خطرے کی مطابقت سے اپنار عمل ترتیب دیتے ہیں۔ جیسے اگر چھتہ گرانا چاہتے ہیں۔ تو بھڑیں فوراً جمع ہو کر آپ پر حملہ کر دیتی ہیں۔ اس کے بعد اس اگر انہیں اندازہ ہو جائے کہ ان کے نزدیک کوئی دشمن نہیں ہے تو بھڑوں کے دو تین گروہ بڑے اطمینان سے ارد گرد کا معائنہ کرنے کے بعد کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ حضور احمد کہتا ہے کہ اس کی ان پیلی بھڑوں سے بھی بہت دوستی ہے۔ اور اپنے گھر میں انہائی دوستانہ ماحول میں رہتے ہیں۔ پیلی بھڑیں جان چکی ہیں کہ یہ شخص نہ انہیں نقصان پہنچائے گا، اور نہ ہی چھتہ کو توڑے گا۔ لہذا اس کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ جب بھی حضور احمد گھر سے باہر نکلتا ہے تو یہ پیلی بھڑیں، پا تو پرندوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے اڑتی رہتی ہیں۔ جب گاڑی میں بیٹھ جاتا ہے تو اسے باقاعدہ الادع کہہ کر واپس چل جاتی ہیں۔ اس طرح حضور احمد مجھے مختلف پرندوں اور جانوروں کے متعلق بھی تفصیل سے بتاتا رہا۔ کہ کس طرح یہ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اس کا خیال رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور احمد کی باتیں بہت غور سے سنتا ہوں۔ اور پھر ان کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور سائنس کے اعتبار سے کیڑے مکوڑوں، پرندوں اور جانوروں کے رویوں کو پرکھتا بھی ہوں۔ یہ باتیں مکمل طور پر درست ہیں۔

اگر صرف کیٹرے مکوڑوں کی ہی بات کی جائے۔ تو اس پر سائنس کا پورا شعبہ جسے Entomology کہا جاتا ہے موجود ہے۔ یہ علم پاکستان کی مختلف درس گاہوں میں پوسٹ گریجویٹ سطح پر بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے آگے دیگر شعبے ہیں جس میں Cultural entomology بھی شامل ہے۔ مختلف کیٹرے مکوڑے صدیوں سے انسانی زندگی سے مسلک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ بھی ان سے مبرانہیں۔ ہمارا ecosystem کی بدولت قائم ہے۔ اگر یہ توازن خراب ہو جائے تو کہہ ارض پر انسانی زندگی ختم ہو سکتی ہے۔ Alfred Russel Wallace، Charles Hens Zinsser، Fredrik simon Hagua اور ان گنت ایسے سائنس دان ہیں جنہوں نے کیٹرے مکوڑوں اور انسانی زندگی کے ماہین توازن پر حد درجہ تحقیق کتابیں لکھیں ہیں۔ غذا سے لے کر دو ایسا سائنسی تحقیق سے لے کر کپڑوں تک، بہت سے شعبے ہیں جو صرف ان بے ضر کیٹرے کی مرہون منت چل رہے ہیں۔ یہ تاریخی داستانوں کے اندر بھی موجود ہیں۔ آرٹ اور لٹر پر بھی حاوی ہیں۔ مگر ایک ایسے معاشرے میں جس میں باعیس کروڑ لوگ ایک دوسرے کو بھیڑیوں کی طرح چیر پھاڑ رہے ہوں۔ بقول احمد فراز، جو سجدوں میں بھی ایک دوسرے کا بر اچا ہتے ہوں۔ اس سماج میں کیٹرے مکوڑوں کی اہمیت پر بات کرنا حد درجہ نامناسب ہے۔ یہاں تو دلیل اور منطق پر کوئی اپنے خونی رشتہوں کی بات نہیں سنتا۔ دوسرے کو برداشت نہیں کرتا۔ مگر اس معاشرے میں حضور احمد حضور جیسے درد دل رکھنے والے مختصر سے لوگ بھی ہیں جو قدرت کے ان کرشمیوں پر غور کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مل کر رہنا چاہتے ہیں۔ ویسے ہم جیسے بیکار اور بے مغز لوگ شائد کیٹرے مکوڑوں سے ہی کچھ سیکھ لیں! مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کی کوئی امید بھی نہیں ہے!